Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شادیوں میں بے جا اخراجات کے سماجی رویے
(کوٹلی آزاد کشمیر کے دیہی علاقوں میں شادیوں کے اخراجات ایک جائزہ)

*ڈاکٹر وجاہت خان ,**ڈاکٹر بلال حسین ,***ڈاکٹر ماجد ممتاز

Abstract

In Islam, social life is based on Nikah (marriage) which is a sacred religious contract. This sacred contract has multiple objectives in an Islamic society: couples fulfil their sexual desires in lawful way, seek inner comfort and peace, human life comes into existence, children are brought up and educated under parental care. Islam has made marriages very simple and easy so that people may get into this social contract of marriage and pass happy and healthy lives. Unfortunately, in our society marriages witness unnecessary expenditures. A survey is conducted in rural areas of district Kotli, Azad Jammu & Kashmir (A J&K). Results of the survey indicate that a wedding ceremony in a poor family costs more than eight to ten lac, a middle-class family spends approximately fifteen to twenty lac rupees on a wedding function, while a rich family spends more than 5 million rupees on this function. It has been observed that people make lavish expenditures on marriages due to their ignorance regarding Islamic teachings in this context and unnecessary societal traditions. As a result, heavy amount of wealth is destroyed and those who cannot afford these unnecessary expenditures and financial burden may remain unmarried & indulge in immoral acts, poor are overburdened with loans which result in stress, anger and anxiety that may lead to depression. Daring steps are needed to be taken in order to control tendency of making unnecessary expenses on weddings so that people may cherish this Sunnah of Nikah and spend their lives according to teachings of Islam

Keywords: Nikah, Marriage, Expenditure, Islam, Society.

تمہید

افراد سے خاندان ، خاندانوں سے معاشرے وجود میں آتے ہیں ۔ معاشرے ملک وملت کا روپ دھارتے ہیں۔ اسلام میں خاندان کی بنیاد خونی رشتوں اور ازدواجی تعلقات پر قائم ہے۔ اسلام کے خاندانی نظام میں شوہر بیوی کے علاوہ دوسرے رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ اسلام میں خاندانی نظام کی تنظیم و تشکیل الہامی تعلیمات پر مبنی ہیں۔ اسلام نے مضبوط خاندانی نظام کے لیے عقیدہ ودین میں یکسانی لازمی قرار دی ہے۔ اسلام نے عائلی زندگی میں کامیابی کا دارومدار خداترسی اور تقوی پر قائم کیا ہے۔ خاندان کی وحدت اور استحکام کے لیے، میاں بیوی کے درمیان باہمی تعاون، حسن وسلوک اور عدل ومساوات پر زور دیا ہے۔

نکاح سے جنسی جذبہ کی جائز طریقے سے تسکین ہوتی ہے، نسل انسانی کا آغاز، پرورش ، تسلسل اور تعلیم وتربیت کا دارومدار نکاح کے مرہون منت ہے۔ ازدواجی زندگی میں ہی افراد کو عفت وپاکدامنی اور حقیقی راحت وسکون کی دولت میسر آتی ہے[1]۔ ان مقاصد

[1] ابوزہرۃ محمد محاضرات فی عقد الزواج وآثارہ دار الفکر العربی ص 43،44۔

Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

کے پیش نظر اسلام نے نکاح کو انتہائی سادہ اور آسان بنایا ہے تا کہ معاشرے میں کوئی شخص غیر شادی شدہ نہ رہے اور افراد امن وسکون کے ساتھ، صحت مندانہ زندگی بسر کر سکیں۔ بدقسمتی سے شادی کے معاملات ہمارے معاشرے میں انتہائی پیچیدہ بنا دیے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں بے حد مسائل جنم لے رہے ہیں۔ زیر بحث مقالہ میں ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر) میں حالیہ عرصے میں منعقد ہونے والی شادیوں کے اخراجات کا جہاں جائزہ لیا گیا ہے اور ان کا اسلامی تعلیمات سے موازنہ کر کے سفارشات پیش کی گئیں ہیں۔

اس مقالے کی تیاری کے لیے ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کے دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے ایسے 0 50 مردوں اور عورتوں کا انتخاب کیا گیا ہے جن کی شادیاں گزشتہ چھ ماہ کے دوران ہوئیں۔ سوالنامہ اور انٹرویو کے ذریعہ ان افراد سے اعداد و شمار جمع کیے گیے ہیں۔ نادار، متوسط اور مالدار افراد جن میں کم پڑھے لکھے، زیادہ پڑھے لکھے افراد کے علاوہ دینی تعلیم حاصل کرنے والے اور مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے شادی شدہ جوڑوں کو اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے [2]۔

سروے میں انکشاف ہوا کہ ضلع کوٹلی کے دیہی علاقوں میں لوگ شادی بیاہ کی تقریبات میں بہت مال خرچ کرتے ہیں اور یہ خرچ اسراف کی حد تک ہے۔ کم آمدنی والے خاندانوں کی شادیوں کے اخراجات تقریباً آٹھ سے دس لاکھ روپے، متوسط آمدنی والے خاندانوں کے تقریباً پندرہ سے بیس لاکھ روپے جبکہ امیر گھرانے کے یہی اخراجات چالیس سے پچاس لاکھ تک جا پہنچتے ہیں۔

ایک لڑکی کی شادی پر بالکل غریب خاندان پانچ سے سات لاکھ خرچ کرتا ہے، متوسط آمدنی والا خاندان آٹھ سے دس لاکھ روپے خرچ کرتا ہے جبکہ ایک متمول خاندان میں لڑکی کی شادی پر پندرہ لاکھ روپے سے زائد کے اخراجات ہو جاتے ہیں۔ کم پڑھے لکھے اور زیادہ پڑھے لکھے افراد کی شادیوں کے اخراجات تقریبا ایک جیسے ہی ہیں۔ دینی تعلیم یافتہ اور دینی مزاج کے حامل مردوں میں محض 10 فی صد ایسے لوگ دیکھے گئے جو سادگی سے شادیاں کرتے ہیں اور ایک شادی کے لوازمات میں محض تین سے پانچ لاکھ روپے خرچ کرتے ہیں۔ دوسری طرف 5 فی صد دینی تعلیم یافتہ خواتین کی شادیوں میں دو سے تین لاکھ اخراجات ہوئے۔ گویا 90 فی صد دینی تعلیم یافتہ اور دینی جماعتوں سے منسلک مرد و خواتین معاشرے کے دیگر طبقات کی مانند شادی بیاہ کی رسوم میں غیر ضروری اخراجات کرتے ہیں۔ اب ہم شادی بیاہ میں بے جا اخراجات کے اسباب پر ذرا تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں:

منگنی

منگنی نکاح کرنے کا عہد و پیمان ہے۔ منگنی طے کر کے اسے توڑنا عہد شکنی کے زمرے میں آتا ہے۔ نکاح کی غرض سے اسلام نے لڑکی کو دیکھنے کی بھی اجازت دی ہے۔ منگنی کے بعد نکاح سے قبل، فریقین ایک دوسرے کے لیے اجنبی اور غیر محرم ہی رہتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی کہیں نسبت طے ہو گئی ہے یا کہیں نسبت طے ہو رہی ہو تو دوسرے شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ وہاں نکاح کا پیغام

---

[2] یہ سروے 15 مارچ 2021 سے 30 مارچ 2021 کے دوران لیا گیا ہے۔ سوالنامہ اور انٹرویو میں مالدار، متوسط آمدنی والے اور نادار افراد کا انتخاب ہوا۔ نادار سے مراد وہ لوگ شمار کیے گئے جن کی ماہانہ آمدن بیس ہزار یا اس سے کم ہے۔ متوسط آمدنی والے افراد سے مراد جن کی فی کس آمدنی ماہانہ پچاس ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان ہے جبکہ مالدار افراد سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کی فی کس آمدنی لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہے۔ کوٹلی کے لوگ بڑی تعداد میں برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک میں کئی برسوں سے روزگار کے سلسلے میں مقیم ہیں اور مالی لحاظ سے کافی مضبوط ہیں۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

بھیجے[3]۔

منگنی کے لیے زیادہ مال خرچ کرنے کی ہر گز ضرورت نہیں ۔ دونوں خاندان کے دو،چار افراد ایک جگہ جمع ہو کر نکاح کا عہد وپیمان کر سکتے ہیں ۔ مگر منگنی کی تقریب اب دیہات میں بھی آسان نہ رہی۔ بسا اوقات منگنی کے لیے مہینوں تگ ودو کرنا پڑتی ہے۔ فریقین کے درمیان تحفے تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے۔ لڑکی کے سرپرست منگنی کے دن پر تکلف کھانوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ 95 فی صد مردوں نے سروے میں انکشاف کیا کہ انھوں نے منگنی کے ایک پروگرام میں ایک لاکھ سے زیادہ رقم خرچ کی جبکہ لڑکی والوں کے ہاں ایک شادی کی منگنی میں خرچ 50ہزار سے ایک لاکھ تک رہا۔

لڑکیوں کی شادی کے اخراجات

شریعت نے استطاعت سے زیادہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالا۔ کلمہ طیبہ سے انسان دین اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ پنجگانہ نماز ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض کی گئی ہے۔ بیمار شخص کو بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پانی کے استعمال سے اگر کسی شخص کے لیے بیماری کے بڑھ جانے کا خوف ہو یا پانی کی سہولت میسر نہ ہو تو اسلام نے وضو کے بجائے تیمم کی اجازت دی ہے۔ روزے سال میں ایک ماہ صحت مند افراد پر فرض ہیں ، سال میں ایک مرتبہ زکوۃ ادا کرنا مالداروں کے ذمہ ہے اور حج بھی زندگی میں ایک بار جانی اور مالی استطاعت رکھنے والے افراد پر لازم قرار دیا گیا ہے[4]۔

اسلام نے نکاح کو آسان بنایا ہے۔ دو گواہوں کی موجودگی میں فریقین کے ایجاب وقبول سے نکاح ہو جاتا ہے حتی کہ نکاح کے دوران پڑھا جانے والا خطبہ بھی مسنون ہے ۔ خطبہ کے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ البتہ عورت کی عظمت واکرام کو قائم رکھنے کے لیے مہر ضروری ہے۔ استطاعت کے تحت اسلام نے ولیمہ کی بھی ترغیب دی ہے۔ اور ولیمہ کی مقدار اور مہمانوں کی تعداد بھی مقرر نہیں کی ہے۔ اس کے لیے لوگوں سے قرض لینا شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے[5]۔

شریعت اسلامیہ نے یہ رعایتیں اور رخصتیں اس لیے عطا فرمائی ہیں کہ لوگ بآسانی شریعت کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اللہ کا قرب پائیں۔ مگر اب زیادہ تر معاشرتی معاملات میں دینی تعلیمات نظر انداز ہو رہی ہیں۔ جس کے باعث کئی معاشرتی مسائل اور پریشانیاں جنم لے رہی ہیں۔ شریعت سے دوری کے باعث لوگوں نے اپنے کندھوں پر وہ بوجھ بھی اٹھالیا جس کے اٹھانے کی ان میں سکت تھی اور نہ ہی اس کی ضرورت ۔ اس بات کی واضح دلیل ہمارے ہاں شادی بیاہ کی مروجہ صورتیں ہیں ۔ اب شادی بیاہ کی رسوم محدود آمدنی والے ہر فرد بالخصوص لڑکی کے والدین کے لیے ناقابل برداشت بوجھ بن چکی ہیں۔ لڑکی کے والدین کو ہر حال میں جہیز دینا ہوتا ہے ۔ باراتیوں اور عامۃ الناس کے لیے دو، تین اوقات پر تکلف کھانوں کا بندوبست کرنا ہوتا ہے۔ 100 فی صد والدین مالی حالات سے قطع نظر اپنی بیٹیوں کو جہیز ضرور دیتے ہیں۔ غریب سے غریب شخص کو بھی اوسطاً ڈیڑھ سے دو لاکھ روپے اس مد میں خرچ کرنا پڑ رہے ہیں ۔ متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد پانچ سے سات لاکھ روپے جبکہ امیر لوگ اپنی بیٹیوں کو جہیز میں دس لاکھ روپے سے زائد سامان

---

[3] محاضرات فی عقد الزواج ص 55۔61۔

[4] الخصائص العامہ للاسلام ڈاکٹر یوسف القرضاوی ص179۔182 موسسہ الرسالہ بیروت، ط2، 1983۔

[5] عثمانی تقی روزنامہ جنگ 15 اکتوبر 1995۔

Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

دے دیتے ہیں۔ 90فی صد لوگوں نے اعتراف کیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو جہیز محض معاشرتی رسوم ورواج کی خاطر دینے پر مجبور ہیں۔

جہیز کی رسم نے ہمارے معاشرے میں نکاح کو ایک انتہائی مشکل عمل بنا دیا ہے، بعض اوقات تعلیم یافتہ بااخلاق لڑکیاں جہیز کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے بن بیاہی رہ جاتی ہیں۔ اس رسم کے پھیلاؤ میں معاشرے کی مجموعی بے حسی، خود غرضی، لالچ اور خدا خوفی کی کمی شامل ہے، لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہندوانہ رسم ہے۔ اس لیے سدِّ ذرائع کے طور پر اس کی مخالفت لازم ہے[6]۔ دوسری طرف وراثت میں بیٹی کو حق سے محروم کر دیا گیا۔ ہزاروں میں سے شاید ایک، دو آدمی ہی اس جانب سنجیدگی سے توجہ دے رہے ہوں گے۔

جہیز دینے کی شریعت میں تاکید نہیں آئی ہے۔ البتہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کی شادی کے موقع پر انہیں گھریلو سازوسامان دیا۔ **جَهَّزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ وَقِرْبَةٍ وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ** [7] ۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے گھر بھیجنے کے لیے ایک چادر، مشک اور تکیہ، جس میں اَذخر گھاس بھری ہوئی تھی، پر مشتمل جہیز دیا۔ مولانا منظور نعمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: " اکثر اہلِ علم اس حدیث کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ چیزیں اپنی صاحب زادی کے نکاح کے موقع پر جہیز کے طور پر دی تھیں، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں نکاح شادی کے موقع پر لڑکی کو جہیز کے طور پر کچھ سامان دینے کا رواج، بلکہ تصور بھی نہیں تھا۔ اور جہیز کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوتا تھا۔ سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ دوسری صاحب زادیوں کے نکاح کے سلسلہ میں کہیں کسی قسم کے جہیز کا ذکر نہیں آیا۔ رہی بات حدیث کے لفظ ”جھّز“ کا مطلب، تو اس کے معنی اصطلاحی جہیز دینے کے نہیں، بلکہ ضرورت کا انتظام اور بندوبست کرنے کے ہیں، حضرت فاطمہؓ کے لیے حضور ﷺ نے ان چیزوں کا انتظام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے ان ہی کی طرف سے اور ان ہی کے پیسوں سے کیا تھا کیوں کہ یہ ضروری چیزیں ان کے گھر میں نہیں تھیں [8]"۔ مفتی منیب الرحمن اس تناظر میں لکھتے ہیں۔: "رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ زَہرا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کے کفیل اور سرپرست تھے۔ اس لیے دونوں کے ازدواج کا اہتمام بھی آپ ہی کو کرنا تھا۔ خانہ داری کے لیے کچھ مختصر ترین سامان مثلاً چارپائی، اَذخر گھاس سے بھری توشک تکیہ، مشکیزے، گھڑے اور چکی کا اہتمام آپ ﷺ نے فرمادیا۔ چاندی کا ہار حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کا تھا، جو آپ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ترکے سے ملا تھا۔ یہ سارا انتظام رسول اللہ ﷺ کو اس لیے کرنا پڑا کہ ان کو ایک الگ گھر بسانا تھا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے ہی سے کوئی الگ گھر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ شاید یہ اہتمام نہ فرماتے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شادی سے پہلے تک حضور کے ساتھ ہی رہتے تھے، لہٰذا نکاح کے وقت ان کے پاس کوئی الگ گھر نہ تھا۔ ایک انصاری صحابی نے اپنا ایک مکان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بخوشی پیش کر دیا، جس میں یہ پاکیزہ نیا جوڑا منتقل ہو گیا اور خانہ داری کے مختصر اسباب وہاں بھیج دیے گئے"[9]۔

---

[6] منیب الرحمن مفتی دنیا اخبار 2017- 01-30 ۔

[7] سنن النسائي، حدیث:3384

[8] مولانا نعمانی منظور، معارف الحدیث ج7، ص460-461 دار الاشاعت اردو بازار کراچی۔

[9] دنیا اخبار 2017- 01-30 کالم کا عنوان وٹا سٹا اور جہیز کی شرعی حیثیت۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حق مہر

نکاح صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط مہر ہے۔ مہر عورت کی دلجوئی، عزت وتوقیر کے اظہار کے لیے دیا جاتا ہے۔ اسلام نے مہر کی کوئی حد مقرر تو نہیں کی لیکن اس بات کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا کہ مہر افراد کی مالی استطاعت کے مطابق ہو تاکہ اسے ہر شخص بآسانی ادا کر پائے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا : " بہترین مہر وہ ہے جس میں تکلف نہ ہو "[10]۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ سب سے زیادہ برکت والی خاتون وہ ہے جس کا مہر سہل اور آسان ہو[11]۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: تم میں سے ایک شخص اپنی عورت کا مہر بہت زیادہ مقرر کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنی بیوی سے عداوت ہو جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں تمھاری وجہ سے مشقت میں پڑ گیا[12]۔ مہر نہ ادا کرنے پر بھی سخت وعید آئی ہے حدیث میں ہے کہ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ مہر دینا نہیں ہے تو وہ زانی ہے اور جو مہر ادا کیے بغیر مر جائے وہ قیامت کے دن زانیوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا[13]۔ عقد نکاح میں معمولی مہر دینے کے ثبوت بھی شریعت سے ملتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک تنگدست شخص نے مہر میں اپنی منکوحہ کو قرآن حکیم کی چند سورتیں یاد کروائیں۔ ایک اور تنگدست شخص نے مہر میں اپنی منکوحہ کو لوہے کی ایک انگوٹھی ادا کی[14]۔ ایسے ہی ایک شخص نے مہر میں اپنی منکوحہ کو جوتوں کا ایک جوڑا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر اس عورت نے اس مہر پر رضامندی ظاہر کی اور آپ ﷺ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا[15]۔

سروے میں انکشاف ہوا کہ لوگ مہر مقرر کرنے میں بھی اعتدال سے کام نہیں لیتے۔ ایک کیس بھی ہماری نظر سے نہیں گزرا جہاں مہر معمولی مقدار میں ادا کیا گیا ہو یا کم از کم مہر کی ادائیگی لاکھوں کی جگہ ہزاروں میں ہوئی ہو۔ ہماری تحقیق کے نتیجہ میں انکشاف ہوا کہ انتہائی غریب افراد بھی تین سے چار لاکھ کا مہر دیتے ہیں ، متوسط آمدنی والے افراد چھ سے آٹھ لاکھ روپے کا مہر ادا کرتے ہیں اور امیر لوگوں میں مہر کی رقم دس لاکھ سے زائد ہے ۔ بعض امیر لوگ تو بیس لاکھ سے زیادہ کا مہر ادا کرتے ہیں، اسی طرح بعض متوسط آمدنی والے لوگ بھی پندرہ لاکھ روپے مہر کی مد میں خرچ کر دیتے ہیں۔

مہر کے معاملہ میں ایک زیادتی عورت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ پہلے تو مہر کی مناسب مقدار ہی مقرر نہیں کی جاتی اور اگر مقدار مناسب مقرر کر بھی لی جائے تو نقد ادا نہیں کی جاتی۔ بہت سے لوگ تو ادائیگی کا ارادہ ہی نہیں رکھتے۔ اگر وہ ادائیگی کر بھی لیں تو لیت و لعل سے وہ مہر عورت سے معاف کروا لیتے ہیں۔ حتی کہ پڑھے لکھے افراد بھی مہر کے شرعی احکام سے ناواقف ہیں[16]۔

---

[10] مستدرک، حدیث : 2725۔

[11] سنن بیہقی، حدیث:14721

[12] صحیح مسلم حدیث:2553

[13] بیہقی سنن کبری حدیث : 7507

[14] صحیح مسلم حدیث:2554

[15] سنن ترمذی حدیث:1031

[16] الراشدی زاہد روزنامہ اوصاف 23مارچ 1999م۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ولیمہ پر اخراجات

نکاح کے شکرانے میں دعوت ولیمہ سنت ہے۔ولیمہ نکاح کی تشہیر اور خوشی کے اظہار کا بھی ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: " أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاه "[17] ایک صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کے ساتھ ہو۔ اسلام نے ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ولیمہ انتہائی سادگی سے کرنے کے علاوہ ولیمہ میں اچھا کھانا کھلانے کے ثبوت بھی آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے ملتے ہیں ۔ آپ ﷺ نے جب حضرت صفیہؓ کو نکاح میں لیا تو ولیمہ میں لوگوں کو کھانے میں محض کچھ کھجوریں، مکھن اور پنیر پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا سب سے گراں ولیمہ وہ تھا جو آپؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کے بعد کیا تھا،اس میں آپ نے گوشت روٹی کا اہتمام فرمایا تھا[18]۔

اسلام میں فضول خرچی اور مسرفانہ رویے کی کوئی گنجائش نہیں ۔ قرآن حکیم نے مسرفین کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہے کہ ہمارے ہاں ولیمہ کی دعوتوں میں اسراف سے کام لیا جاتا ہے۔ سروے کے مطابق شادی میں لڑکے والوں کے ہاں تین دن ، مہمانوں کے لیے کھانے کی دعوت ہوتی ہے اور لڑکی والوں کے ہاں دو دن کھانے پینے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تقریباً95فی صد لڑکی والے شادی پر کھانے کی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں۔اس طرح ایک غریب گھرانے میں کھانے پینے کے اخراجات ایک سے دو لاکھ تک ہو جاتے ہیں، متوسط افراد کے ہاں اس موقع پر تقریباً پانچ سے آٹھ لاکھ روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ ایک امیر گھرانہ کے فرد کی شادی پر پندرہ سے بیس لاکھ تک خرچ آجاتا ہے۔

اب تو لڑکی کے رشتہ داروں ، باراتیوں اور عوام علاقہ کے لیے انواع واقسام کے کھانے تیار کرنا پڑ رہے ہیں حالانکہ مالی استطاعت کے تحت ولیمہ کی دعوت دولہا کے لیے خاص ہے۔ولیمے کے علاوہ شادی بیاہ میں گھر کے سارے افراد اور عزیز و اقارب کے لیے جوتوں کپڑوں کی شاپنگ اور مہندی وغیرہ کی رسومات کے اخراجات الگ سے ہیں۔ اب ہم اختصار سے شادی بیاہ کی تقریبات میں بے جا اخراجات کے اہم اسباب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

1. دین کے صحیح فہم سے انسان اچھائی اور برائی میں تمیز سیکھتا ہے۔دینی احکام سے مکمل واقف ہو پاتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہو کر دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ ہم اپنی ریسرچ کے دوران اس نتیجہ پر پہنچے کہ 90فی صد شادی شدہ مرد و خواتین عائلی زندگی کی اہمیت، مقاصد، عائلی زندگی کے اہم پہلو نکاح، منگنی، مہر اور طلاق سے مکمل ناآشنا ہیں صرف 10فی صد لوگ ان مسائل سے جزوی واقفیت رکھتے ہیں۔
2. ہمارے معاشرے میں رسوم ورواج کی بڑی اہمیت ہے۔رسومات کو جز وایمان سمجھ لیا گیا ہے۔ عام طور پر لوگ مروجہ رسوم ورواج سے جڑا رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔ معاشرے کے جو افراد فضول رسوم ورواج کو ترک کرنا چاہتے ہیں، اولاً انہیں لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا ہوتا ہے جس کے باعث یا وہ خاموش ہو جاتے ہیں یا ان کی کاوشیں بارآور نہیں ہو پاتیں۔شادی بیاہ میں

---

[17] البخاری حدیث:2048

[18] صحیح مسلم ،حدیث:1428

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

رسوم ورواج تو ایک ناسور کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔لوگ رسوم ورواج کی آڑ میں اپنی ا ستطاعت سے زیادہ مال خرچ کرتے ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق شادی بیاہ کے موقع پر بے جا اخراجات کو 90 فیصد لوگوں نے ناپسندیگی کی نظر سے دیکھا اور انہیں اپنے اوپر نا قابل برداشت بوجھ قرار دیا گیا۔

3. معاشرے میں سماجی موازنہ ایک مصیبت بن گیا۔لوگ نمود و نمائش کے لیے بے جا مال لٹا دیتے ہیں۔امیر لوگ احساس برتری کے باعث بے تحاشا مال خرچ کرتے ہیں جبکہ غریب لوگوں کا ایک دن کے لیے زر کثیر صرف کرنے کا مقصد احساس کمتری کے جذبات کو مٹانا ہو سکتا ہے۔ان حالات میں غریب لوگ دوسروں سے قرض لے لیتے ہیں اور اپنے لیے نئے مسائل پیدا کرتے ہیں۔اگرچہ یہ بات حتمی طور پر کہنا مشکل ہے کہ کتنے فی صد مال اس مد میں خرچ کیا جاتا ہے مگر قرائن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دولت کا بڑا حصہ اس مد میں ضائع ہو جاتا ہے۔

4. معاشرے میں دینی تعلیمات پر عمل بتدریج کم ہو رہا ہے۔دین کو صرف نماز روزہ کی حد تک محدود کر دیا گیا ہے، سروے سے یہ معلوم ہوا کہ دینی تعلیم حاصل کرنے والے شادی شدہ لوگ بھی اس دوڑ میں دوسروں سے پیچھے نہیں۔صرف 10 فی صد لوگوں نے شرعی تقاضوں کے تحت شادی بیاہ میں کم سے کم اخراجات کیے، دین پڑھنے والی شادی شدہ خواتین میں یہ رجحان مزید کم نظر آیا۔محض 5 فی صد خواتین کی شادیوں میں اسلامی تعلیمات کے تحت غیر ضروری اخراجات سے اجتناب کیا گیا۔ البتہ جہاں دونوں میاں بیوی دینی زیور تعلیم سے آراستہ تھے وہاں شادی بیاہ کی تقریبات میں اسلامی تعلیمات کا زیادہ رنگ نظر آیا۔

5. انسان کو معاشرتی حیوان کہا جاتا ہے۔لوگوں کا ایک دوسرے کے دکھ درد، غم وخوشی میں شریک ہونے کا رجحان دیہی علاقوں میں شہروں کی نسبت زیادہ ہے ۔ شادی بیاہ بھی ایک مذہبی اور معاشرتی تہوار ہے جہاں لوگ بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ گاؤں میں ایک تو لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ سماجی مراسم اور رشتے تعلقات زیادہ ہوتے ہیں۔دوسرا لوگوں کے پاس فراغت کے لمحات بھی میسر ہوتے ہیں۔تیسرا گاؤں میں دیگر سماجی سرگرمیاں بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کھیل کود کے میدان بھی کم ہیں۔ تفریحی مقامات کا وجود بھی ناپید ہے۔لوگوں کا سیر و تفریح کے لیے وقتاً فوقتاً دوسرے مقامات کی طرف جانے کا رجحان بھی بہت کم ہے ،کتب بینی کا رجحان ویسے ہی ہر جگہ کم ہے لہذا کسی بھی جگہ لائبریری کا قیام دور کی بات، سروے میں ہمیں محض 2 فی صد افراد ملے جن کی باقاعدہ روزانہ گھنٹہ، آدھ گھنٹہ کتب بینی کی عادت ہے۔ازدواجی تعلقات میں منسلک ہونے کے بعد یہ لوگ کس قدر اپنی عادت کو برقرار رکھ پاتے ہیں اس کے لیے فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ان وجوہات کی بنا پر دیہات میں شادیوں کے تہوار لوگوں کی خاص توجہ اور دلچسپی کا مرکز بن گئے ہیں۔محلہ کے لوگ اپنے گھروں کو تالے لگا کر شادی والے گھر آ جاتے ہیں۔دوسری جانب دولہا دلہن کے رشتہ دار بھی کئی دن پہلے شادی کے گھر ڈیرے ڈال لیتے ہیں۔اگرچہ اس موقع پر یہ افراد شادی والے گھر سے مکمل تعاون بھی کرتے ہیں۔انتظامی امور میں بھرپور معاونت کے علاوہ کمزور اور نادار قرابت داروں کی شادیوں پر انہیں مالی مدد بھی فراہم کرتے ہیں۔

Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

شادیوں میں بے جا اخراجات کے معاشرے پر اثرات

کوئی شک نہیں کہ نکاح کا معائدہ مقدس، پاکیزہ اور کثیر الجہتی مقاصد کا حامل ہے۔ مگر اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے اور بے جا اخراجات کے باعث مروجہ شادی بیاہ کی رسوم اپنے دامن میں کئی مسائل لیے ہوئے ہیں، ہم ان مسائل کا اپنے سروے کی روشنی میں اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔

دنیا میں مال اللہ کی بڑی نعمت ہے، کل قیامت کے دن ہر شخص سے مال کے متعلق سوال ہونا ہے۔ اس نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ مال و دولت کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں انسان کے لیے راحت و سکون ہے۔ جسمانی ضروریات کی تکمیل کے لیے انسان مال کا محتاج ہے۔ مال سے ہی زکوٰۃ و حج جیسے فرائض کی ادائیگی ممکن ہے۔ بیماری میں علاج معالجہ کے لیے مال ضروری ہے۔ حصول علم کے لیے بھی مال کی اہمیت مسلم ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں جہاں مال و دولت کی قلت ہے وہیں مال بڑے پیمانہ پر غیر ضروری کاموں میں صرف کر دیا جاتا ہے۔ شادی بیاہ کی تقریبات اگر سادگی سے منائی جائیں تو اسی مال سے سرمایہ کاری ممکن ہے، بچایا ہوا مال اولاد کی تعلیم و تربیت میں خرچ ہو سکتا ہے۔ ملک و قوم کے مفاد میں استعمال ہو سکتا ہے۔ مولانا وحید الدین اس بات کی جانب اشارہ کرتے ہیں: "بچت بھی ایک قسم کی آمدنی ہے۔ آپ اگر اپنی آمدنی میں اضافہ نہیں کر سکتے ہوں تو اپنے خرچ میں کمی کیجئے۔ اپنے خرچ میں کمی کر کے آپ اپنی آمدنی کو بڑھا سکتے ہیں۔ آمدنی بڑھانے کا یہ ایک ایسا نسخہ ہے جو ہر آدمی کے اختیار میں ہے"[19]۔

مال کی مانند وقت بھی بڑی نعمت ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کی اہمیت جانے اور اسے مفید ترین کاموں میں استعمال کرے۔ شادی بیاہ کے پروگراموں میں بے جا تکلفات کی وجہ سے انسانوں کے قیمتی اوقات ضائع ہو جاتے ہیں اور بھاگ دوڑ میں کوفت الگ سے ہوتی ہے۔ 90 فی صد شادی والے گھرانوں نے اعتراف کیا کہ ان کے گھر کے سارے افراد کا ایک ماہ سے زیادہ وقت، ایک شادی بیاہ کی تیاری میں صرف ہوا۔ ایسے میں دوسری مصروفیات ادھوری رہ جاتی ہیں۔ جس گھر میں بھاگ دوڑ کرنے والے لوگ نہ ہوں وہاں زیادہ کوفت اور پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔

محرکات کی انسانی زندگی میں اہمیت مسلم ہے۔ محرکات ہی انسان کو کسی سرگرمی پر اکساتے ہیں۔ ماہرین نفسیات نے محرکات کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے؛ ابتدائی محرکات اور ثانوی محرکات۔ ابتدائی محرکات کا تعلق بنیادی ضروریات سے ہے۔ یہ محرکات ہر انسان میں مسلسل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ انسان ان محرکات کی تشفی کے لیے بے چین رہتا ہے اور مستقل جدوجہد کرتا ہے۔ بھوک پیاس کے علاوہ جنس کا محرک بھی ابتدائی یا پیدائشی محرکات میں شامل ہے[20]۔ اگر یہ محرکات پورے نہ ہوں تو انسان کی جسمانی و ذہنی صحت خطرے میں گھر جاتی ہے اور انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ جنسی محرک کی عدم تسکین سے انسان کی موت تو واقع نہیں ہوتی لیکن ذہنی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ مشہور ماہر نفسیات پروفیسر جاوید اقبال اس بارے میں لکھتے ہیں: "جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق مرد عورت کے لیے شادی کرنا انتہائی

---

[19] وحید الدین مولانا کتاب زندگی ص 33۔

[20] ڈاکٹر نجاتی عثمان القرآن و علم النفس دار الشروق ط 7، 2001 ص 27-39۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ضروری ہے کیونکہ مادہ تولید کے اخراج اگر تقاضے کی ضرورت کے وقت نہ کیا جائے تو پھر صحت متاثر ہوتی ہے اور مزاج میں چڑچڑاپن اور مایوسی واقع ہونے لگتی ہے۔اس کے علاوہ طرح طرح کے امراض جنم لینے لگتے ہیں"[21]۔

اسلام نے انسانی محرکات کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کو نہ صرف ان محرکات کی تسکین کا حکم دیا ہے بلکہ ان محرکات کی جائز اور مکمل تسکین کے لیے اصول و قواعد بھی وضع کیے ہیں۔ جنسی محرک کی تسکین کے لیے اسلام نے شادی کا حکم دیا ہے اور دوسرے تمام ذرائع کو ناجائز ٹھہرایا ہے[22]۔ جنسی محرک کی جائز تسکین کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی وجہ سے معاشرے میں کئی برائیاں جنم پا رہی ہیں۔ نوجوان بدکاری اور بے حیائی کی طرف تیزی سے گامزن ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف شادی بیاہ کو مشکل بنا کر اسے گویا انسان کی ساری تگ و دو کا مرکز ہی بنا دیا گیا ہے۔

اللہ نے سکون نیکی کی راہ میں رکھا ہے۔ فضول رسومات میں انسان کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ شادی کو پیچیدہ بنانے کی وجہ سے بالخصوص غریبوں کو مسلسل پریشانی، کوفت کا سامنا رہتا ہے۔ مسلسل پریشانی، ناراضی، غصہ، اسٹریس انہیں نفسیاتی امراض کی طرف لے جاتا ہے۔ انہیں نہ صرف اس قرض کی ادائیگی کا خدشہ رہتا ہے بلکہ مالی حالات کمزور ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی باقی ماندہ کنواری اولاد کی مستقل پریشانی ستائے رہتی ہے۔

شادی بیاہ کی تقاریب میں غریب اپنی ناک اونچی کرنے کے لیے زیادہ اخراجات کر جاتے ہیں۔ اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے انہیں دوسروں سے قرض لینا پڑتا ہے یا اپنے عزیز و اقارب کا احسان لینا پڑتا ہے۔ قرض کی بروقت ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے انہیں مستقل خوف اور پریشانی رہتی ہے۔ قرض کو ختم کرنے کے لیے انھیں مزید قرض لینا پڑ جاتا ہے۔ قرض ادا نہ کر سکنے سے ان کے قرض دینے والوں سے تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ مشکل میں کسی سے نہ مدد لے پاتے ہیں اور نہ ہی کوئی آسانی سے ان کی مالی مدد کرنے کے لیے کمربستہ ہوتا ہے۔ یوں وہ مسائل کی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ اس پریشانی اور کوفت میں گھر میں میاں بیوی کے تعلقات بھی کشیدہ ہونے لگتے ہیں جو کبھی کبھار خطرناک رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ مسائل ان کے اپنے ہی پیدا کردہ ہیں۔ شادی کے ایک دن، بے جا خرچ کے بجائے اگر وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کفایت شعاری سے کام لیتے تو وہ یہی مال اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں خرچ کر سکتے تھے اور یہی سرمایہ لگا کر وہ باعزت رزق حلال کما لیتے۔ مولانا وحید الدین خان اس بارے میں لکھتے ہیں : "اگر ہمارے درمیان اس قسم کا رواج پڑ جائے تو شادی قومی تعمیر کے پروگرام کا ایک جزو بن جائے۔ ہر خاندان میں نہایت خاموشی کے ساتھ ترقی کا سلسلہ چل پڑے۔ قوم کے اربوں روپے جو ہر سال چند دن کے تماشوں میں ضائع ہو جاتے ہیں، قوم کی تعمیر کا ایک مستقل ذریعہ بن جائیں۔ وہ قومی اقتصادیات کے منصوبہ کے جزو بن جائیں۔ اور قوم اقتصادی حیثیت سے اوپر اٹھ جائے تو یہ صرف ایک اقتصادی واقعہ نہیں ہو گا بلکہ بے شمار پہلوؤں سے وہ قوم کی ترقی کے لیے مفید بھی ہو گا "[23]۔

---

[21] ڈاکٹر اقبال جاوید مجھے تندرستی کیسے ملی مونال پبلی کیشنز راولپنڈی ص 95۔

[22] قطب محمد الانسان بین المادیہ والاسلام ص 104-123و124-143 دار الشروق۔

[23] مولانا وحید الدین خان راز حیات ص 213۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

سروے میں 68فی صد لوگوں نے اعتراف کیا کہ انھوں نے شادی کے اخراجات میں سات سے نو لاکھ روپے قرض لیا۔ان میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہیں معاشی پریشانیوں اور بے روزگاری کا سامنا تھا۔

نکاح کی خوشی میں ولیمہ تو مسنون ہے مگر ولیمہ کی مروجہ صورتیں جہاں شادی والوں کے لیے پریشانی کا باعث ہیں وہیں معاشرے کے غریب افراد کے لیے بھی اذیت کا باعث ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ شادی میں غریب مفت باعزت کھانا کھالیں، مگر شادیوں کے موقع پر شریک لوگوں کے لیے نیوتا اور سلامی (مالی تحفہ) دیناضروری ہیں۔ اب اس مد میں دی گئی رقم کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے،غریب کے لیے پہلی بات اس مد میں ایک شادی پر کم از کم 500 یا 1000 روپے ادا کرنا ہی مشکل ہے، پھر اپنی حیثیت کے تحت کم رقم لوگوں کے سامنے ادا کرنا اور لکھوانا اور زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اسلام نے ولیمہ کے عوض مال دینے کی کوئی شرط عائد نہیں کی ہے۔ اگرچہ سلامی کا جواز ہدیہ کی صورت میں موجود ہے مگر اسے شادی کے ساتھ ہر ایک کے لیے ضروری قرار دیناشرعی تعلیمات کے منافی ہے۔

نتائج:

شادی بیاہ کے حالات مفصل بیان کرنے کے بعد ہماری تحقیق مندرجہ ذیل نتائج تک پہنچی کہ:۔

1. شادیوں میں پانی کی طرح مال بہایا جاتا ہے۔
2. شادی میں ایک متوسط گھرانہ 15 سے 20لاکھ روپے خرچ کرتا ہے ۔
3. کم آمدنی والے غریب گھرانہ ایک شادی میں تقریباً 10 لاکھ روپیہ خرچ کرتا ہے۔ جبکہ ایک مالدار خاندان ایک شادی کے دوران میں50لاکھ سے زائد اخراجات کرتا ہے۔
4. شادی کی ایک تقریب میں غریب لڑکی کے والدین 5 سے 7لاکھ روپے خرچ کرتے ہیں۔
5. جہیز کی مد میں ایک شادی کے اخراجات کم سے کم 2لاکھ ہیں۔
6. مہر کی کم سے کم رقم بھی 4لاکھ روپے ہے۔
7. دینی علم کی کمی ، کم عملی، رسوم ورواج اور نمود و نمائش شادیوں میں غیر ضروری اخراجات کی اہم وجوہات ہیں۔
8. شادیوں میں زائد اخراجات اور بے جا تکلفات مالی ضیاع کے علاوہ وقت کے ضیاع کا بھی باعث ہیں۔
9. نیوتا اور سلامی غریب لوگوں کے لیے شادیوں کے موقع پر اضافی بوجھ ہیں۔

سفارشات:

- حکومت آزاد کشمیر سے گزارش ہے کہ شادی بیاہ کے متعلق قانون سازی کرے،ان ہدایات پر سختی سے عمل درآمد کروائے، شادیوں کے موقع پر انواع واقسام کے کھانوں کی جگہ ون ڈش کے کلچر کو متعارف کروایا جائے ،شادیوں میں نیوتا اور سلامی کی رسومات پر پابندی عائد کی جائے اور ولیمہ کی دعوت کو محض دولہا کے لیے مخصوص کیا جائے۔
- کوئی شک نہیں کہ شریعت میں جہیز کا کسی حد تک تصور ملتا ہے۔ لڑکے کے لواحقین کی جانب سے جہیز کے

Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مطالبے کو روکا جائے۔ اگر لڑکا غریب ہو تو لڑکی کے صاحب ثروت والدین کو مرضی سے اپنی بیٹی کو جہیز دینے کی اجازت دی جائے۔ مگر مناسب ہے کہ سازوسامان دینے کے بجائے چپکے سے بیٹی کے بینک اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر کر دیے جائیں۔ تاکہ مال کی نمود و نمائش نہ ہو، معاشرے کے غریب والدین کی بیٹیاں مال دیکھ کر افسردہ نہ ہوں اور بیٹی بھی یہ مال اپنی مرضی سے اپنی ضروریات پوری کرنے پہ خرچ کر سکے۔

- شریعت میں مہر کی رقم مقرر نہیں کی گئی ہے بہر صورت مہر نکاح کرنے والے شخص کی استطاعت میں ہونا چاہیے۔ شادی سے پہلے باقاعدہ لڑکی اور لڑکے والوں کے درمیان اس معاملہ میں بات چیت ہو تاکہ کسی شخص پر بے جا بوجھ نہ پڑے اور نہ منکوحہ کے حق میں ڈاکہ ڈالا جائے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ وقتی سماجی دباؤ کے تحت مہر ادا کر دیتے ہیں۔ بعد میں حیلہ بہانے یا مجبوری کے تحت مہر عورت سے ہتھیا لیتے ہیں۔
- علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ مہراب و منبر پر سماجی موضوعات زیر بحث لائیں ،لوگوں کو شادیوں پر فضول رسومات ترک کرنے کی درخواست کریں۔ وہ اپنے نکاح کی تقاریب کو دوسروں کی تقلید کے بجائے، سادگی سے منائیں اور دوسروں کے لیے عملی مثالیں قائم کریں۔
- علماء کرام سے یہ بھی گزارش ہے کہ لوگوں کے سامنے عائلی زندگی کی اہمیت، مقاصد اور مسائل بیان کریں۔ اس کام کے لیے باقاعدہ ریفرشر کورسز کروائیں۔ ہماری اطلاعات کی حد تک اس طرح کی کوئی سرگرمی کسی جگہ بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔
- حکومت اور سماجی صاحب سروت افراد سے گزارش ہے کہ دیہی علاقوں میں سماجی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے، کھیلوں کے میدان، تفریحی مقامات اور لائبریز وغیرہ کا قیام عمل میں لائیں تاکہ لوگوں مختلف سرگرمیوں میں مصروف رہ سکیں اور شادی بیاہ کو ہی زندگی کا مقصد قرار نہ دیں۔
- صاحب ثروت افراد سے گزارش ہے کہ وہ شادی بیاہ کی فضول رسوم میں اپنے عزیز و اقارب کو قرض دینے کے بجائے انہیں سادگی سے شادیاں کرنے پر زور دیں۔ اس طرح ایک تو ان کا اپنا مال ضائع ہونے سے بچ جائے گا کیونکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مصائب میں گرے لوگ دوسروں سے وقتی قرض لے لیتے ہیں مگر مال لے کر واپس کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ دوسرا ان کا احسان ہو گا ان افراد پر جن کے پاس دولت کی کمی ہے۔ اگرچہ ان لوگوں کو مال نہ ملنے سے وقتی پریشانی رہے گی لیکن ایسی صورت میں فضول خرچی سے بچ جائیں گے اور انہیں قرض ادا کرنے کی کوئی پریشانی لاحق نہ ہو گی۔